فہمیدہ ریاض کے تصورِ حقوق نسواں کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ

An Overview of *Fehmīda Riāz's* Concept of Women's rights in the light of Islamic teachings

Dr. Sami Ullah

Lecturer in Arabic, University of Education, Lahore

Hummera Noor

Visiting lecturer in Arabic, The Women University Multan

Muhammad Bilal

Doctoral Candidate Islamic Studies and Arabic, Gomal University, DI Khan

Abstract

This article presents an overview of *Fehmīda Riāz's* concept of Women's rights in the light of Islamic teachings. *Fehmīda Riāz* may not have considered Islamic teachings to be flawed in terms of women's rights, but her study of eastern was that of those who believed in Islamic beliefs, but were far from the practical form of the Islamic social system. History has shown that it is the so-called Muslims who have brought Islam into disrepute, who have only embraced the Islamic system of worship, while ignoring other aspects. However a reader sees *Fehmīda Riāz* as far from moderate in this regard, which may lead to the conclusion that under the guise of women's rights, men's rights appear to be affected, and in the light of Islamic teachings, men's denial is often an essential part of this thinking. As the Quran and Sunnah insist that a woman's existence will be protected as long as she is inside the house, *Fehmīda Riāz* insists on pulling her out, which is an

unmediated attitude. Veil and modesty is an important and fundamental subject of Islam, the details of which are clear in the Quran and *Ḥadīth*, as well as the aspect of establishing peace and order in Islamic society in terms of mutual relations. The way in which women are portrayed in *Fehmīda's* fictions and novels, Islamic values are not ready to accept even for a moment. *Fehmīda's* influence by the West cannot be denied, but her sincerity and deafness to Islamic teachings do not go unnoticed. In fact, *Fehmīda's* seems to be a representative of the particular class, who are imitators of feminist rights in Europe, while the majority of Pakistani society tends to be Islamist and traditionalist. That is why *Fehmīda* and her ideas are being severely criticized.

Key words: *Fehmīda Riāz,* fiction, novel Islamic teachings

تمہید

فہمیدہ ریاض پاکستانی ترقی پسند ادیبہ، شاعرہ، سماجی کارکن برائے حقوق انسانی و حقوق نسواں تھیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں گوداوری، خط مرموز اور خانہ آب و گل ہے۔ فہمیدہ ریاض کو پاکستانی سماج میں عورتوں کے حقوق کی ترجمان کا درجہ حاصل ہے۔ جن کا اثبات ان کی تحاریر و تقاریر میں واضح جھلکتا ہے۔ فہمیدہ ریاض نے عورت کو نہ صرف اپنا موضوع بحث بنایا بلکہ اس پر آزادانہ مباحث کا آغاز کرکے اہل مذہب کی تنقید کا نشانہ بھی بنی۔ عورت کی آزادی کی حدود اہل قلم کے ہاں اپنے اپنے فکری آئینہ میں متنازعہ رہی ہیں۔ تاہم اسلام نے ظہور کرکے عورت کی فطری حیثیت کو بحال کرکے افراط و تفریط کے تمام دروازے بند کر دیے۔ چنانچہ مقالہ ہذا میں ان دونوں پہلوؤں سے جامع و سیر حاصل بحث کی جائے گی۔ اس مضمون میں پہلے فہمیدہ ریاض کے سوانحی حالات پیش کیے جائیں گے، اس کے بعد فہمیدہ کے افسانوں اور ناولوں کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

فہمیدہ ریاض: سوانحی حالات

ابتدائی زندگی

فہمیدہ ریاض 28 جولائی 1946ء کو میرٹھ (بھارت) میں پیدا ہوئیں۔[1] ان کے والد کا نام ریاض الدین احمد تھا۔ فہمیدہ کے والدین ۱۹۳۰ء کے زمانے میں سندھ میں آکے بس گئے تھے۔ حیدر آباد سندھ میں نور محمد سکول کو ہائی سکول بنادیا گیا

تو نور محمد نے علی گڑھ یونیورسٹی سے کچھ اساتذہ مہیا کرنے کی درخواست کی تھی۔ ان اساتذہ میں میرٹھ کے ریاض الدین احمد بھی شامل تھے۔ ریاض الدین سندھی پڑھاتا تھا اور سندھی میں شاعری بھی کرتا تھا۔ [2] ان کی والدہ حسنہ بیگم کے والدین میرٹھ (انڈیا) کے تھے جب کہ ان کی دو بہنیں نجمہ اور فرخندہ ہیں۔ نجمہ حیدرآباد میں جو کہ ایک معزز سندھی گھرانے کی فرد ہے جب کہ فرخندہ کی شادی والد نے شہداد پور کے غلام حسین پریانی سے کی تھی۔ فہمیدہ ماں باپ کی دوسری اولاد ہے۔ وہ بڑی بہن سے ۹ سال بعد پیدا ہوئی۔ [3]

تعلیم اور ملازمت

1962ء میں پورے سندھ میں میٹرک میں اول آئیں اور 1966ء میں گریجویشن کرنے میں کامیاب ہوئیں۔ 1966ء میں ان کا شاعری کا پہلا مجموعہ 'پتھر کی زبان' لندن میں شائع ہوا، وہیں بی بی سی اردو سروس میں کام کیا اور لندن فلم سکول سے فلم بنانے کا دوسالہ کورس کیا۔ ملٹی نیشنل دواساز کمپنی میں بھی کام کیا پھر استعفیٰ دے دیا۔ ان سب شعبوں کے علاوہ فہمیدہ ایڈیٹری بھی کرتی رہی ہے اس کے میگزین کا نام 'آواز' تھا۔ یہ ایک روشن فکر رسالہ تھا جو عام آدمی کا شعور بڑھاتا تھا اسے عزت ووقار سے جینے اور دوسرے انسانوں کی بہبود وترقی کے بارے میں سوچنے کی باتیں بتاتا تھا۔ [4] اس کے علاوہ فہمیدہ ریاض کا اردو لغت بورڈ سے وابستہ ہونا تاریخ کا ایک ایسا اتفاق ہے جسے قدرت کا حسنِ انتظام بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اردو لغت بورڈ ۱۹۵۸ء میں قائم ہوا تھا۔ پہلے اس کا نام اردو ترقی بورڈ تھا، ۱۹۸۲ء میں اسے اردو لغت بورڈ کا نام دیا گیا۔ اس کے قیام کا اولین مقصد آکسفورڈ ڈکشنری کی طرز میں جامع لغت کی تدوین واشاعت ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اس کے پہلے مدیر اعلیٰ اور جوش ملیح آبادی پہلے مشیر ادبی تھے۔ اس بورڈ سے وابستہ ادیب اور دانشوروں کی طویل فہرست ہے۔ جو سب اپنی اپنی جگہ نابغۂ روزگار تھے۔ یہ لغت بائیس جلدوں پر مشتمل تھی، اس کی پہلی جلد مارچ ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ جون ۲۰۱۰ء کو اس کی تکمیل ہوئی۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو ریکارڈ وقت میں مکمل ہوا۔ قدرت کا اپنا نظام ہے اس لغت کی تکمیل فہمیدہ ریاض کی سرپرستی میں ہی ہونی تھی وہ جینوئین ادیبہ ہیں اور ادب کی اعلیٰ قدروں کی امین بھی۔ [5] علاوہ ازیں وہ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کی مینیجنگ ڈائریکٹر بھی رہیں۔

ازدواجی زندگی

فہمیدہ ریاض کی دوشادیاں ہوئیں ایک ان کے والدین کی پسند کی شادی تھی جو کہ ۱۹۶۷ء میں اور ان کے شوہر لندن کے ایک آرکیٹکچر ڈیزائنر تھے جن سے ایک بیٹی سارہ پیدا ہوئی اور یہ شادی ۱۹۷۲ء میں ختم ہوئی۔ [6]

اس کے بعد دوسری شادی فہمیدہ نے ظفر علی اجن سے اپنی پسند سے کی۔ ظفر ایک سندھی کسان تھا اور انقلابی جماعت کا کل وقتی رکن تھا۔ فہمیدہ کو بھی انقلاب کی بیماری لگ چکی تھی وہ جس مکان میں رہتی تھی وہ سندھی کسان انقلابی جماعت کے کارکنوں کا ٹھکانہ تھا یہ ان کا گویا ہیڈ کوارٹر تھا۔ تمام ملاقاتیں، پمفلٹس لکھنا اور مستقبل کے پروگرام بنانا ان کا کام تھا۔ فہمیدہ کی اس نئی شادی سے اس کے دو بچے پیدا ہوئے ایک بیٹا کبیر اور ایک بیٹی ویرتا علی۔ ویرتا نے ڈاکٹری پڑھی اور کبیر

امریکہ میں پڑھنے لگا۔ کبیر کا ۲۰۰۷ء میں امریکہ میں ایک حادثے میں انتقال ہوگیا۔ ان کی سابقہ بیٹی سارہ نے اپنی ماں کی اس نئی شادی کو بے وفائی سمجھا[7] وہ کہتی ہیں: "آپ نے تو مجھے چھوڑ دیا تھا۔ چھوڑ دیا تھا مجھے، ایک مرد کے لیے۔ شادی رچالی تھی۔ مجھے تو چھوڑ دیا تھا۔"[8]

وفات

فہمیدہ ریاض ۷۲ برس کی عمر میں مختصر علالت کے بعد 21 نومبر 2018ء کو لاہور میں بدھ کی شام کو خالق حقیقی سے جا ملیں۔[9]

افسانوں اور ناولوں کا مطالعہ و جائزہ

فہمیدہ کا موضوع

فہمیدہ ریاض نے اردو ادب میں کلیدی کام کیا، قاری اگر صاحب نظر ہو تو وہ مصنفہ کی فکری وابستگی کو فن پر زیادہ اہمیت دیتے ہوئے محسوس کر سکتا ہے۔ فہمیدہ نے قلم کاری کرتے ہوئے شاعری، افسانے، اور نثر نگاری میں عورت کے حقوق کو اپنا بنیادی موضوع بنایا، نیز عورت کی حق تلفیوں اور ان کے ازالہ کو قلم و قرطاس کی نظر کیا، ان کے اس رجحان کے پیش نظر نہ صرف وطن عزیز میں بلکہ انہیں دیگر ممالک میں بھی صنف نازک کے حقوق کی ترجمان گردانا جانے لگا۔[10]
فہمیدہ ریاض کے موضوعات میں عورت پہلی مرتبہ اپنے مکمل وجود کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو ہمارے علم وادب کے منظر نامے سے بالکل غائب تھی۔ جو تمدن کی تاریخ میں کہیں خال خال یوں نظر آتی ہے کہ اس کے ہونے کو اتفاق سمجھا جائے۔ جس کا سراپا چلمن کے پیچھے صرف اشتیاق بھڑکانے کے لیے تھا۔ اسے تصورات کے زور پر ایسا لکھا جا رہا تھا جیسا وہ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ عورت جس کے کاندھے پر سر ہے اور سر کے اندر ویسا ہی ذہن ہے جو فکر کرنے والا ہے۔ اس سے نیچے محسوس کرنے والا دل بھی ہے، قلم تھامنے کے لیے ہاتھ اور پورے قد پر کھڑے ہونے کے لیے ایسے پیر جو قدم جما کر چل بھی سکتے ہیں پھر لذت کام و دہن کا احساس بھی۔۔۔ یہ اجنبی عورت ان کے درمیان کہاں سے آ گئی۔ وہ تو صدیوں سے اس کے ہونے سے انکاری تھے۔ اسے مستور کرنے کے لیے صفحات کے صفحات سیاہ کر رہے تھے، علم، مذہب، فلسفہ، سیاست، ہر طاقت نے دیوار کے پیچھے دھکیل رکھے تھے۔ اردو ادب کی تاریخ میں تو اس عورت کا نام بھی نہیں تھا جس نے ۱۹۱۵ء میں عورت کا شکوہ لکھ کر نہ صرف آئینہ دکھایا تھا بلکہ 'آئینہ حرم' کے نام سے شائع کروا کر مفت تقسیم کروایا تھا۔[11] فہمیدہ کی عورت دوسروں کا سایہ نہیں بلکہ مکمل شخصیت ہے۔ انھوں نے ایسے موضوعات پر بھی لکھا جو بہت تلخ تھے۔ خواتین ان پر سوچتی تھیں مگر اظہار نہیں کرتی تھیں۔ خواتین کو خون خرابے اور فساد کی جڑ لکھا جاتا رہا ہے اور ایسا مال غنیمت سمجھا گیا ہے۔ جس کی چھینا جھپٹی فساد کا سبب بن گئی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ بھی انسان ہے، اس کی بھی سوچ اور ذہن ہے، وہ کوئی اثاثہ نہیں جسے تقسیم کر دیا جائے یا تحفہ میں دے دیا جائے اس طرح عورت صرف تفریح اور تزئین و آرائش کی شے بن کر رہ گئی۔ فہمیدہ نے اس نظر میں اس رویے کی طرف شدید

رد عمل کا اظہار کیا ہے فہمیدہ نے اپنی شاعری اور نثر میں سر اٹھا کر جینے کا سلیقہ پوری جمالیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ جمالیات روایتی معاشرے کی نہیں، ایک ایسی صنف کی تھی جسے معاشرے نے صرف جمالیات کا مظہر سمجھا تھا۔[12]
فہمیدہ ریاض نے باشعور عورت اور مکمل انسان ہونے کا ثبوت دیا۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں اپنے صنف کے مسائل ہی کو نہیں پورے معاشرے کو لکھا ہے، وہ دکھ جو سماج نے دیے وہ استحصال جو زور آوروں نے کیا ان کی تصانیف کے موضوعات بنے اور بڑی خوبصورتی سے بنے۔ [13]

نثر نگاری میں حقوق نسواں کا رجحان اور مدلل دفاع

جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ اکثر ذرائع ابلاغ نے انھیں پاکستان کی ایک بڑی شاعرہ قرار دیا، مگر عموماً اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ ایک اعلیٰ پائے کی دانش ور اور نثر نگار بھی تھیں، جنھوں نے نہ صرف افسانے بلکہ ناول بھی لکھے۔ اور ان میں حقوق نسواں کو مرکزیت دی۔ [14]فہمیدہ کے افسانے بہت بے مثال رہے ہیں، اس کے دس افسانوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب "خطِ مرموز" کے نام سے ۲۰۰۲ء میں چھپ گئی باقی افسانے اس کی دیگر نثری تحریروں کی طرح مختلف رسالوں میں یہاں وہاں بکھرے پڑے ہیں۔ "ایک محبت کی کہانی" وادیٔ کوئٹہ کا بیانیہ ہے۔ لڑکی کراچی کی، اس کا محبوب اٹک پار کا پٹھان، شادی ہو نہ پائی مگر شادی شدہ قاری کو چھوارے کے بطور کئی اچھے فقرے، باتیں اور مناظر مل جاتے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں: "اس کے افسانے 'بوڑھے اور لڑکا' کے نیچے بھی میں نے لکھا 'بلوچ ماما کچھ نہ سمجھا' ۔[15]فہمیدہ نے اپنے افسانے 'عورت اور چیتا' میں بچے کی پیدائش کے وقت ماں کی تکلیف اور ہوش و بے ہوشی کی سرحد میں بکھرے درد کو بہت افسانوی اور بہت خوبصورتی سے بیان کیا۔ "اس نے کہا تھا" نامی افسانہ بہاولپور کی ایک بلوچن کے بارے میں ہے۔ اس افسانے میں وہ عورت کے مصمم ارادے، اس کی انتھک محنت اور کامیابی کو موضوع بنا کر عورت کے حقوق کی تحریک کے لیے ایک خوب صورت منشور لکھ ڈالتی ہے۔

"پرسنل اکاؤنٹ" میں فہمیدہ نے انگلستان میں ایشیائی عورتوں کی حالت زار کے بارے میں لکھتے ہوئے ان کے ایشیائی خاوندوں کی قدامت پرستی اور سفاکی کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہی موضوع اس کے ایک اور افسانے 'کلیپ ہم ساؤتھ' کا بھی ہے۔ افسانہ 'حاصل' میں وہ اپنی پہلی شادی کے ٹوٹ جانے کے نتیجے میں پچھلے شوہر سے اپنی بیٹی ثریا/سارہ پر اس کے اثرات کا اجمالی جائزہ لیتی ہے۔ جو ماں کی دوسری شادی پر شاکی ہے۔ مگر کشمکش کی پگڈنڈی کا سفر ہے یہ افسانہ۔ "خطِ مرموز" پانچ ورق کے اس افسانے میں پہلے دو ورق ذرا تمہیدی بوریت دکھاتے ہیں بعد میں تو ایسی روانی ہے کہ پوپ بیٹڈ کسی کے منہ میں بھی پانی آ جائے۔[16]

ان کا ایک افسانہ 'وہ چلی گئی' جو 'آج' کے پچیسویں شمارے میں شائع ہوا تھا اس افسانے میں ایک گھر کی زندگی میں اس وقت عجیب موڑ آتا ہے جب بڑی لڑکی گھر چھوڑ کر جاتی ہے۔ خاندان افسوس کرتا ہے اور قاری کو والدین سے ہمدردی ہو جاتی ہے۔ مگر افسانے کے آخر میں وہ لڑکی اچانک واپس آ جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی عشقیہ چکر میں فرار

نہیں ہوئی تھی، بلکہ کوہ پیماؤں کے ایک گروہ کے ساتھ شمالی علاقوں میں چلی گئی تھی، جہاں اس نے خوب تفریح کی اور پھر واپس آ گئی۔ اس طرح ایک اور افسانہ 'تکون کے دائرے' ہے جو ۲۰۰۴ء میں 'دنیازاد' کے گیارہویں شمارے میں شائع ہوا۔ فہمیدہ ریاض اس افسانے میں اور امریکہ میں رہنے والے پاکستانیوں کی کہانی بیان کرتی ہے، جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دولت مند ہونے کے باوجود آپس کے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے باہر نہیں نکل پاتے۔ معمولی باتوں پر بہن، بھائی ایک دوسرے سے بات چیت بند کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی برائیاں بیان کرتے رہتے ہیں۔[17]

اس کے ناول بھی بہت قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹۹۵ء میں شائع کردہ ناول 'گوداوری' شیو سینا، بال ٹھاکرے، بمبئی، مراٹھا، فرقہ واریت، عورتوں کی حالت اور کمیونزم کے موضوع پر لکھا ہوا ناول ہے۔ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل اس ناول کی زبان بہت ناآشنا، مگر بہت بے باک ہے۔ مروج سے ہزار گناہ زیادہ بے باکی، بے باک ترین سے بھی بے باک۔ ناول کی شروعات جتنی غیر روایتی ہے اس کا سارا بہاؤ، اس کا کلائیمکس اتنے ہی غیر روایتی ہیں اس بہت ہی غیر مانوس زبان میں اور بالکل ہی ناآشنا علاقے پر لکھے ہوئے ناول کو بہت جبر کرکے پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر اس ناول میں فہمیدہ ریاض جگہ جگہ آپ کو چونکا دے گی۔ [18]'

ادھڑائی عورت بے چاری' جب کشش ثقل اور پیدائش بچگان کی مشترکہ بے ہودہ سازش سے بدن ڈھل رہا ہو، تب وہ روح کی برتری نہ چاہے گی تو کیا بدن کی برتری چاہیے گی۔ [19]'اس طرح عورتیں، دراصل، کسی جنسی کج روی کے رجحان کو دبا کر، اس کے نعم البدن کے طور پر انٹلیکچوئل بن گئی ہیں"۔ [20]'گوداوری' ۱۹۹۲ء میں 'آج' کے موسمِ بہار کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ بعد ازاں عقیلہ اسماعیل نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے ۲۰۰۸ء میں آصف فرخی کے تعارف کے ساتھ شائع کیا۔ یہ ایک مسلم پاکستانی خاندان کی کہانی ہے جو بھارت میں سیاسی پناہ لے لیتا ہے۔ اس کی مرکزی کردار ایک عورت ہے جسے 'ما' کا نام دیا گیا۔ جب کہ اس کا شوہر 'با' کہلاتا ہے۔ 'با' اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کس طرح مقامی عورتوں سے تعلقات استوار کیے جائیں جب کہ 'ما' کو نہ صرف بچوں، بلکہ شوہر پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے۔ [21]

اس طرح 'گوداوری' سے ۱۹۸۰ء کے عشرے کے بارے کا ایک پاکستانی عورت کی نگاہوں سے نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

فہمیدہ ریاض کا ناول 'زندہ بہار' 'آج' میں قسط وار شائع ہوتا رہا جس کا نام" ایک سفر کی روداد" ایک ناول رکھا گیا تھا۔ بعد میں انھوں نے زندہ بہار کے عنوان سے اسے شائع کر دیا۔ یہ ناول جو سفر نامے کی حکایت ہے، اس میں تجربے کی سچائی بھی مسلم ہے بعد یہ ہمارے سامنے ان کی فن ہر پختگی کی عکاسی ہے۔ یہ ناول مختلف اظہار کا پیرایہ ہے۔ اس میں انہوں نے مشرقی پاکستان کے المیے کو بیان کیا ہے۔ یہ ناول مختصر ہونے کے باوجود موضوعاتی حوالے سے مکمل ہے۔ اس میں انہوں نے خوب صورت نثر تخلیق کرکے مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) بننے کے بعد بہاریوں کی حالت کو موضوع بتایا ہے۔

اس ناول کو انھوں نے سفر نامہ اس لیے کہا کہ انھوں نے یہ ناول دوران سفر رقم کیا ہے۔ اس کا تخلیقی محرک ان کا یہ سفر نامہ ہے جو انھوں نے بنگلہ دیش کا کیا ہے۔

اس ناول میں جہاں فہمیدہ ریاض دوسرے موضوعات مثلاً بہاریوں کا چال چلن، مسلمانوں کی آپس میں غلط فہمیاں، غیر بنگالیوں کی بہاریوں سے نفرت، شادی کی تقاریب، مشرقی پاکستان کی ثقافت اور دستکاریاں، بنگال کی مٹھائیاں، بنگالیوں کا رہن سہن اور مصنوعی قحط جیسے موضوعات بیان کیے ہیں۔ وہاں عورت کو الفاظ میں کھینچا ہے۔[22]

"سکرین پر ایک لڑکی شلوار قمیض میں وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر بول نہیں پا رہی تھی آخر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی ہے۔ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ میں پوچھتی ہوں، کہتی ہے: میں بہت چھوٹی تھی اس رات وہ آئے اور بابا کو لے گئے"۔[23]

جہاں فہمیدہ نے عورت کے موضوع کو زیر بحث بنایا وہاں اس نے تھوڑا بہت مردوں کی شان میں گستاخی بھی کی مثلاً وہ کہتی ہیں شہر کے نئے علاقے میں ایک نہایت مختصر پلاٹ پر بنگالی پروفیسر کے گھر کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ ایک مولانا لنگی کرتے بڑا سا سیاہ چوغہ پہنے، تنکوں کی ترکی ٹوپی اوڑھے کھڑے تھے۔ ان کی داڑھی چینیوں سے ملتی جلتی تھی، جسے ہماری طرف (یعنی یوپی) میں بکرا داڑھی کہتے ہیں۔[24]

ڈاکٹر فاطمہ حسن اپنی کتاب "کتاب دوستاں" میں فہمیدہ کا تعارف کچھ یوں پیش کرتی ہیں: "فہمیدہ کی عورت دوسرے کا سایہ نہیں بلکہ مکمل شخصیت ہے۔ انھوں نے ایسے موضوعات پر بھی لکھا جو بہت تلخ تھے۔ خواتین ان پر سوچتی تھیں مگر اظہار نہیں کرتی تھیں۔ خواتین کو خون خرابے اور فساد کی جڑ لکھا جاتا رہا اور ایسا مال مالِ غنیمت سمجھا گیا جس کی چھینا جھپٹی فساد کا سبب بن گئی مگر یہ دیکھا گیا کہ وہ انسان ہے، اس کی بھی سوچ اور ذہن ہے، وہ کوئی اثاثہ نہیں جسے تقسیم کر دیا جائے یا تحفے میں دے دیا جائے۔ فہمیدہ نے اپنی تصانیف میں سر اٹھا کر جینے کا سلیقہ پوری جمالیات کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ جمالیات روایتی معاشرے کی نہیں ایک ایسی صنف کی ہیں جسے معاشرے نے صرف جمالیات کا مظہر سمجھا تھا۔

فہمیدہ نے باشعور عورت اور مکمل انسان ہونے کا ثبوت دیا۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں صنف کے مسائل نہیں پورے معاشرے کو لکھا بہت ممکن ہے فہمیدہ ریاض کے نثری مجموعات کے حوالے سے مزید کام باقی ہو اور کمی رہ گئی ہو کیونکہ اِن سے متعلق اکثر معلومات منتشر ہونے کے سبب اکٹھی نہ کی جا سکی ہوں پھر بھی محقق نے اپنی پوری کاوش سے یہ معتبر سا مواد قارئین کیلئے پیش کیا ہے کمی کوتاہی کو درگزر فرمایا جائے۔[25]

فکر فہمیدہ کا بنظر عمیق مطالعہ اس سوال کو جنم دیتا ہے، کہ آیا اسلام نے تحفظ عورت میں کوئی خاطر خواہ اقدام نہیں کیئے؟ اگر کیئے ہیں تو وہ اقدامات کیا ہے، ان سوالات کے جوابات اسلامی تعلیمات کی صورت میں خوب نظر آتے ہیں۔

اسلام اور حقوق نسواں

ویسے تو محسنِ انسانیت، نبی محترم ﷺ کے احسانات پوری نوعِ انسانی ہی پر ہیں، لیکن صنفِ نازک کو انہوں نے خاص طور پر ایک نئی زندگی، ایک اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا۔ یہ حقیقی مقام کیا ہے؟ آدمؑ اور بی بی حواؑ کی تخلیق کے وقت ہی مرد اور

عورت کی حیثیت کا تعیّن کر دیا گیا تھا کہ دونوں کی اصل اور بنیاد ایک ہی ہے۔''اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں''۔[26] یعنی اللہ پاک نے واضح کر دیا کہ انسانیت کے شرف میں مرد اور عورت میں کوئی تخصیص نہیں۔ـــــ''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے، تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے۔''[27]

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو حقیر مانا جاتا، لڑکی کی پیدائش قابلِ تضحیک سمجھی جاتی۔ اُسے پیدا ہوتے ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اُسے اس کی کھوئی ہوئی حیثیت، مقام واپس دیا۔ باعزّت طور پر زندہ رہنا سکھایا۔ اسلام نے تو عورت کا مقام بلند کرنے کے لیے، ماں کے قدموں تلے جنّت ہی رکھ دی کہ لوگ اسے عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھیں، اس کی دل آزاری نہ کریں۔ مرد کو اس کا محافظ بنایا، پردے کی صُورت اسے عزّت عطا کی۔ گلی گلی، مارا مارا پھرنے والی نہیں، گھر کی ملکہ بن کے رہنے کا حکم دیا۔ مگر افسوس کہ ہم نے مَردوں کی برابری کے چکّر میں عورتوں کو مرد کا حریف بنا دیا، بینرز پکڑوا کر سڑکوں پر لا کھڑا کیا۔

14ویں صدی عیسوی میں مغرب میں عورت کو روح کے بغیر وجود تصوّر کیا جاتا رہا۔ 1400ء سے 1700ء تک لاکھوں عورتوں کو چڑیل قرار دے کر زندہ جلایا جاتا تھا۔ جب کہ اس سے 800 سال قبل رسالتِ مآب ﷺ نے اللہ پاک کے احکامات کی روشنی میں عورت کو کن رفعتوں سے ہم کنار فرمایا، یہ فرموداتِ رسول ﷺ سے صاف عیاں ہے۔'' آہستہ اونٹ دوڑاؤ، یہ نازک آب گینے ہیں''[28] "لوگو! عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو وہ تمہاری زیرِ نگین ہیں تم نے ان کو اللہ کے عہد پر اپنی رفاقت میں لیا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ ہی کے قانون کے تحت اپنے تصرف میں لیا ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ گھر میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمھیں ناگوار ہے اگر ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی مار مار سکتے ہو اور تم پر ان کو کھانا کھلانا اور پلانا فرض ہے''۔[29] پھر فرمایا:''لوگو! اللہ نے تم پر حرام کی ہے ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا''۔[30] بیوی کے وقار اور اس کی منزلت کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے اس کے ساتھ حسنِ سلوک اور دل جوئی کو ایک شوہر کی خوبی اور شرافت کا معیار قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا''تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے، جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اچھا ہے اور مَیں تم میں سے سب سے زیادہ اپنے اہلِ خانہ کے لیے اچھا ہوں''[31] ایک اور جگہ فرمایا''دنیا ساری کی ساری متاع ہے اور اس کی سب سے بہتر متاع صالح عورت ہے''۔[32]

آج اسلام کے نظامِ وَراثت میں عورت کے لیے مقرّر کردہ حصّے پر تنقید کرنے والوں کو شاید یہ یاد نہیں کہ 18ویں صدی تک مغربی دُنیا عورت کے حقِ ملکیت اور حقِ وَراثت سے ناآشنا تھی۔ اسلام نے نہ صرف باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو اس کی کفالت کا ذمّے دار ٹھہرایا، بلکہ اسے بھرپور عزّت و تکریم دینے کا بھی حکم دیا۔ 16ویں اور 17ویں صدی عیسوی میں

یورپ کی عورت ڈگری کے حصول کا حق طلب کر رہی تھی، لیکن اس سے کئی سو سال پہلے آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی تعلیمات سے منوّر حضرتِ عائشہ صدّیقہؓ، جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو قرآن و حدیث کی تعلیمات دیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد آنے والے ادوار میں خواتین علماء مدینہ، عراق، کوفہ، بصرہ اور دیگر علاقوں میں قرآن اور حدیث کی تعلیمات سے ہزاروں افراد کے دل و دماغ منوّر کرتی رہیں۔ آپ ﷺ نے تو کئی سو سال قبل فرمایا "جس شخص کی لڑکی ہو، وہ اسے زندہ در گور نہ کرے، نہ اس سے حقارت آمیز سلوک کرے، نہ اپنے لڑکے کو اس پر ترجیح دے، تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا"[33] ایک اور جگہ فرمایا "جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو علم و ادب سکھائے، ان کی پرورش کرے اور ان پر مہربانی کرے، تو اس کے لیے ضرور جنّت واجب ہو جاتی ہے"۔[34]

یہ اسلام ہی ہے، جس نے والدین کو بحیثیت ولی لڑکیوں کے ہم پلّہ رشتوں کی تلاش کا ذمّے دار ٹھہرایا اور شادی میں لڑکی کی رضامندی کو نکاح کے انعقاد کی لازمی شرط قرار دیا۔ آپ ﷺ نے خود ایک ایسی لڑکی کو، جس کے والدین نے اُس کی رضا کے برخلاف نکاح کر دیا تھا، حق دیا کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو منسوخ کروادے۔ نیز، ظالم، ناکارہ، ناپسندیدہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع اور فسخِ نکاح کے وسیع اختیارات دیئے اور مطلقہ اور بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت دی۔ معاشرے میں عورت کی جان، مال اور آبرو کو تحفّظ عطا کیا۔ عورت کے کردار پر بہتان لگانے والے کو قذف کا مرتکب ٹھہرایا۔ ریاست کے معاملات میں خواتین کی رائے، مشورے کو نہ صرف اہمیت دی، بلکہ مرد کی طرح اسے معاشرتی تعمیر و ترقی کا ذمّے دار بھی ٹھہرایا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ اسی ذمّے داری کی تائید کرتا ہے۔ خواتین کے حقوق کو متعین کرکے افراد اور ذمّے داران پر نہیں چھوڑ دیا گیا، ان کے تحفّظ کی ضمانت کے لیے انہیں اللہ کی خوشنودی حلّت و حرمت، گناہوں کی مغفرت، جنّت کے حصول اور آتشِ دوزخ سے نجات کے ساتھ وابستہ کر دیا، تاکہ اس کام میں کوئی کوتاہی نہ برتے۔

ہر دَور میں ہمیں اپنے رویّوں اور کردار کو اپنی اس کسوٹی پر پرکھنا ہوگا۔ آج ہمیں مغرب کی تقلیدِ محض سے بچنا ہے، تو دَورِ جاہلیت کی خُوبُو کو بھی خود سے دُور کرنا ہوگا۔ حقِ زندگی کے ساتھ معاشرے کی ہر سطح پر اس کی عزت و ناموس کو تحفّظ عطا کرنا ہوگا۔ فریضۂ تعلیم کے حصول میں اس کی مدد کرنا ہوگی۔ اس کے حقِ کفالت کو حد درجہ یقینی بنانا ہوگا۔ شادی میں اس کی رضامندی کا حق اس کو لوٹانا ہوگا۔ وَراثت کا حصّہ اسے بخوشی، ازخود دینے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔ اس پر ہر قسم کے گھریلو اور معاشرتی تشدّد کی روک تھام کرنا ہوگی۔ اس کے گھر کی نگہبانی کے کردار کو اہم گرداننا ہوگا اور اسے یہ قابلِ فخر احساس دینا ہوگا کہ وہ اپنی ذہنی، علمی اور معاشرتی سرگرمیوں کے باعث اپنے گھر اور معاشرے کا اہم فرد ہے، جس کی بقا اور ترقّی ہی میں گھر اور معاشرے کا استحکام مضمر ہے۔ تو آیئے، اپنے لیے دُعا کریں کہ جب حضرتِ فاطمہ الزہرہؓ اہلِ جنّت کی عورتوں کی قیادت کرتے ہوئے جنّت میں داخل ہوں، تو ہم بھی ان کے قافلے میں آگے نہ سہی، پیچھے تو موجود ہی ہوں۔ آمین

حاصل بحث

فہمیدہ ریاض اسلامی تعلیمات کو حقوق نسواں کے حوالہ سے شاید ناقص نہیں جانتی تھیں، البتہ ان کا مطالعہ مشرقیت کے ضمن میں وہ افراد تھے، جو اسلامی اعتقادات میں تو یقین رکھتے تھے، لیکن اسلامی نظام معاشرت کی عملی صورت سے وہ بہت دور تھے، تاریخ شاہد ہے، نام نہاد مسلمان ہی اسلام کی بدنامی کا سبب بنے ہیں، جنھوں نے صرف اسلام کا نظام عبادت قبول کیا ہے، جب کہ دیگر پہلو صرف نظر کر دیے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس بات میں تامل کی گنجائش نہیں، کہ ایک انصاف پسند قاری فہمیدہ ریاض کو اس ضمن میں اعتدال سے دور ہی دیکھتا ہے، جو شاید یہ نتیجہ نکال پاتا ہے کہ حقوق نسواں کی آڑ میں حقوق مرداں متاثر دکھائی دیتے ہیں، اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اغلبیت مرداں کا انکار اس فکر کا لازمی جزو ہے۔ جیسا کہ قرآن و سنت اس بات پر مصر ہیں، کہ عورت کا وجود جس قدر چار دیواری کے اندر ہوگا محفوظ ہوگا، فہمیدہ اسے کھینچ تان کر باہر لانے پر مصر نظر آتی ہیں، جو ایک غیر متوسط رویہ ہے۔ پردہ اور حیا اسلامی تعلیمات کا ایک اہم اور بنیادی موضوع ہیں، اس کی تفاصیل قرآن و حدیث میں واضح ہیں، نیز یہ پہلو اسلامی معاشرے میں باہمی تعلقات کے اعتبار سے امن و امان قائم کرنے میں ذمہ دارانہ حیثیت رکھتے ہیں، جب کہ عورت کا سر بازار حدود سے متجاوز ہونا زنا اور باہم قتل و غارت کا باعث ہیں، فہمیدہ کے افسانوں اور ناول میں عورت کو جس انداز سے پیش کیا گیا، اسلامی اقدار لحہ بھر بھی اس کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ فہمیدہ کی مغرب سے اثر پذیری سے انکار نہیں کیا جاسکتا، تاہم اس کے خلوص نیت اور اسلامی تعلیمات سے بے بہری بھی ڈھکی چھپکی نہیں رہتی، قاری اگر انصاف پسندی سے کام لے تو وہ فہمیدہ کو اسلامی معاشرہ تو در کنار مشرقی روایات کی حامل خواتین کا ترجمان تسلیم کرنے سے بھی گریزاں دکھائی دے گا۔ دراصل فہمیدہ ریاض اس مخصوص طبقہ کی نمائندہ محسوس ہوتی ہیں، جو تقلید یورپ میں حقوق نسواں کے علمبردار ہیں، جب کہ پاکستانی معاشرے کی اکثریت کا رجحان اسلام پسندی اور روایت پسندی ہے، یہی وجہ ہے، کہ فہمیدہ ریاض اور ان کے افکار پر کڑی تنقید دیکھنے میں نظر آتی ہے۔

فہمیدہ ریاض نے عورت کو درپیش جن مسائل کی نبض شناسی کی ہے، وہ اکثریتی حد تک اس میں صادق نظر آتی ہیں، تاہم اس آڑ میں پورے معاشرے پر اس کا انطباق قرین انصاف نہیں، نیز اس میں کئی اور پہلو بھی شامل ہیں، جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ علاقائی اور جغرافیائی عوامل اس میں کارفرما نظر آتے ہیں، مثلاً مشرقی مرد فطرتاً مضبوط اور سخت واقع ہوا، خوشامدی طبیعت سے کوسوں دور ہے، اب چاہے اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو، اس کا رویہ مذہب کا پیدا کردہ نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے، اسلامی تعلیمات کامل ہیں اور عورت کے مکمل حقوق کی غماز ہیں، فہمیدہ کا فہم و فکر ارتقاء پذیر ہے، جو انسانی اپروچ کا غماز ہے، تاہم فہمیدہ ریاض کی حقوق شناسی کی مہم ایک قابل ستائش شے ہے۔

References

1 Dr. Fatima Hassan, Kitāb-i-Dostāṇ (Islambad: Dost Publication, 2011 AD), 131.

[2] Shah Muhammad Maree, Wafā kā Tazkira (Quetta: Institute of Research & Publication, 2011 AD), 13.
[3] Maree, Wafā kā Tazkira, 13.
[4] Maree, Wafā kā Tazkira, 14.
[5] Hassan, Kitabi-eDoostāṇ, 137.
[6] Maree, Wafā kā Tazkira, 14.
[7] Maree, Wafā kā Tazkira, 15.
[8] Fahmīda Riāz, Khat e Marmooz (Karachi: City Press Book Shop, 2002 AD), 116.
[9] Dawn News Paper 22nd November, 2018.
[10] Sunday Magzine Roznama Jang Lahore, Column of Dr. Nazir Mahmood, 9-15 December 2018, Page: 5.
[11] Hassan, Kitāb-i-Dostāṇ, 132.
[12] Hassan, Kitāb-i-Dostāṇ, 135.
[13] Hassan, Kitāb-i-Dostāṇ, 136.
[14] Sunday Magzine Roznama Jang Lahore, Column of Dr. Nazir Mahmood, 9-15 December 2018.
[15] Sheesha-e-Dil, Kitabī silsila "Aaj", Karachi, Silsila Number 39.
[16] Maree, Wafā kā Tazkira, 19.
[17] Sunday Magzine Roznama Jang Lahore, Column of Dr. Nazir Mahmood, 9-15 December 2018.
[18] Maree, Wafā kā Tazkira, 19.
[19] Fahmīda Riāz, Goodwārī (Islamabad: Dost Publication, 1995 AD), 48.
[20] Fahmīda Riāz, Goodwārī, 115.
[21] Sunday Magzine Roznama Jang Lahore, Column of Dr. Nazir Mahmood, 9-15 December 2018.
[22] Maree, Wafā kā Tazkira, 20.
[23] Fahmīda Riāz, Zinda Bahār (Karachi: City Press Book Shop, 2004 AD), 7.
[24] Fameeda Riyaz, Zinda Bahar, 26.
[25] Hassan, Kitāb-i-Dostāṇ, 136.
[26] An-Nisaa 4: 1.
[27] Al-Hujarat 49, 13.
[28] Muhammad Ibn Ismā'īl Bukhārī, Sahīh al-Bukhārī (Beirūt: Dār Tawq al-Najāt, 1422 AH), 8: 38, Hadith Number# 6161.
29 Al-Khatīb al-Tabrīzī, Mishkāt al-Masābīh (Deoband: Kutub Kha na Naeemia), 225.
[30] Al-Khatīb al-Tabrīzī, Mishkāt al-Masābīh, Hadith Number# 846.
[31] Al-Khatīb al-Tabrīzī, Mishkāt al-Masābīh, Hadith Number# 454.
[32] Muslim Ibn Al-Hajjāj al-Nīsabūrī, Sahīh Muslim (Beirūt: Dār Ihyā al-Turāth al-'Arabī), 2: 811, Hadith Number# 1157.
[33] Abū Dāwūb Sulemān Ibn Ash'ath al-Sajistānī, Sunan Abū Dāwūd (Beirūt: Al-Maktabah al-Asriyya), 2: 142, Hadith Number# 1735.

[34] Ahmad Ibn Muhammad Ibn Hanbal, Musnad Ahmad (Muasasa al-Risālah: 1421 AH), 2: 247, Hadith Number# 928.